سلسلہ
مواعظ حسنہ نمبر ۲۰

نزولِ سکینہ

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر
کتب خانہ مظہری
گلشنِ اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲
کراچی فون ۴۶۸۱۱۲

کبھی ہے رابطہ آہِ سحر سے

کبھی تو دردِ دل، دردِ جگر سے
کبھی ہے رابطہ آہِ سحر سے

نہ ہو دل میں تری یادوں کا جلوہ
تو پھر کیا فائدہ شمس و قمر سے

نہیں محتاج دردِ دل زباں کا
وہ خود ظاہر ہے اپنی چشمِ تر سے

اگر تو چاہتا ہے ان کی منزل
نکل خوفِ اگر، خوفِ مگر سے

ملا ہے جب سے لطفِ آہِ صحرا
کہاں وہ ربط ہے پھر اپنے گھر سے

خدا کے نور ہی سے دل ہے روشن
ستاروں سے نہ خورشید و قمر سے

اگر طوفاں کی زد میں ہے سفینہ
دعا مانگے خدائے بحر و بر سے

ہر اک مجبور ہے آہ و فغاں پر
بیاں کرتا ہوں جب زخمِ جگر سے

زباں سے تو بیاں کرتا ہے لیکن
ہوئی نسبت کی بارش بھی نظر سے

چھپاتا ہے وہ اپنا دردِ نسبت
مگر مجبور ہے اپنی نظر سے

جو ان کی یاد سے غافل ہے اختر
ملے گا کیا اسے شام و سحر سے

(جنوری ۹۴ء ..... جنوبی افریقہ)

دیارِ مدینہ

نظر ڈھونڈتی ہے دیار مدینہ
ہیں دل اور جاں بے قرار مدینہ
وہ دیکھو احد پر شجاعت کا منظر
شہیدوں کے خون شہادت کا منظر
وہ ہے سامنے سبز گنبد کا منظر
اسی میں تو آرام فرما ہیں سرور
ابوبکر و فاروق و عثمان و حیدر
یہیں تھے یہ پروانہ شمع انور
یہیں سے تو اسلام پھیلا جہاں میں
مدینہ کا شہرہ ہے ہفت آسماں میں
نشان نبی ہے یہ مسجد قبا کی
ہے قندیل طیبہ نبی کی ضیاء کی
مدینہ کے دیوار و در دیکھتے ہیں
عجب حال قلب و جگر دیکھتے ہیں
یہ مسکن ہے شاہ مدینہ کا اختر
فلک بوسہ زن ہے یہاں کی زمیں پر

فہرست مضامین

عرضِ مرتب

۱۹ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۹ جولائی ۹۴ء جمعہ کے اجتماع میں ساڑھے گیارہ بجے صبح مسجد اشرف گلشن اقبال ۲ کی محراب سے عارف باللہ حضرت مولانا و مرشدنا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے ایک خاص مضمون بیان فرمایا جس میں حضرت والا نے اپنے دلنشین و جاں فزا انداز میں روح المعانی اور بیان القرآن کے حوالوں سے سکینہ کی تفسیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سکینہ وہ نور ہے جو مومنین کاملین کے قلوب پر نازل ہوتا ہے اور یہ نعمت کائنات میں سوائے مومنین کاملین یعنی اولیاء اللہ کے کسی کو دستیاب نہیں کیونکہ یہ مُنَزَّلٌ مِنَ السَّمَاءِ ہے مُخْرَجٌ مِنَ الْأَرْضِ نہیں ورنہ ہر غیر متقی بھی اس کو حاصل کرلیتا۔

لہٰذا پیش نظر وعظ میں حضرت والا نے سکینہ کی تعریف اور اس کی تفسیر و علامات اور نور سکینہ کا محل نزول اور اس کے حصول و حفاظت کا طریقہ نہایت تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا اور آیتِ شریفہ کے اگلے جز لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ کی تفسیر اور اس بارے میں شرح بخاری فتح الباری کی تشریح سے ثابت فرمایا کہ یہ ازدیاد ایمان وہی چیز ہے جس کو صوفیاء نسبتِ خاصہ سے تعبیر کرتے ہیں اور آخر میں حضرت والا نے مسلم شریف کی حدیث مبارکہ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ.....الخ کی نہایت عاشقانہ تشریح کے ساتھ ایک علمِ عظیم بیان فرمایا کہ اس آیت پاک اور حدیث مبارک کے امتزاج سے ثابت ہوا کہ ذکر اللہ ازدیادِ ایمان یعنی حصولِ نسبتِ خاصہ کا ذریعہ ہے جس کو سُن کر اہلِ علم حضرات پھڑک گئے اور فرمایا کہ ہم نے کسی کتاب میں یہ علم نہ دیکھا تھا ۔

میں ہی اس پر مرمٹا ناصح تو کیا بیجا کیا
میں تو دیوانہ تھا دُنیا بھر تو سودائی نہ تھی

غرض یہ وعظ حضرت والا کے عالمانہ و عاشقانہ رنگ کا حسین امتزاج ہے۔ بس کلام کو مختصر کرتا ہوں کیونکہ مجھ جیسے ناقص و بے علم کی تعریف سے حضرت والا کے کمالات مستغنی ہیں ؎

زعشق ناتمام من جمال یار مستغنی
بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

وعظ کا نام نزول سکینہ تجویز کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور قیامت تک کے لئے صدقۂ جاریہ بنائیں آمین۔

العارض
احقر محمد عشرت جمیل میر عفا اللہ عنہ
خادم حضرت والا دامت برکاتہم

سکونِ دل اُترتا ہے فلک سے اہلِ تقویٰ پر
بدوں حکمِ خُدا سائنس داں پھر کیسے پاجاتا
اگر پٹرول کے مانند ہوتا یہ سکونِ دل
زمیں میں کر کے بورنگ اس کو ہر کافر بھی پاجاتا

(حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب)

نزولِ سکینہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِھِمْ (پارہ۲۶ الفتح)

آج ایک خاص مضمون کا داعیہ پیدا ہوا کہ میں اس آیت کی تفسیر کردوں اور اس نعمت کو آپ لوگوں سے بیان کروں جو نعمت ساری کائنات میں دستیاب نہیں ہے اس لئے کہ یہ آسمان سے عطا ہوتی ہے زمین والوں کی دست رسی وہاں تک نہیں ہے کیونکہ زمین پر بسنے والوں کی رسائی وہاں تک نہیں ہے جو نعمت میں ابھی پیش کررہا ہوں اہل دنیا پوری کائنات کے اندر ساری کائنات میں چکر مارلیں مگر وہ دستیاب نہیں ہے نہ مل سکتی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس نعمت کو آسمان سے اتارتے ہیں۔ آسمان سے اتارنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے جب تک کہ ہم آسمان والے کو راضی نہ کرلیں ۔

کیا ہے رابطہ آہ و فغاں سے
زمیں کو کام ہے کچھ آسماں سے

جو اللہ تعالیٰ سے روتا ہے گڑگڑاتا ہے اسی کو اللہ یہ نعمت دیتا ہے ۔

گڑ گڑا کے جو مانگتا ہے جام
ساقی دیتا ہے اس کو مے گلفام
ناز و نخرے کرے جو مے آشام
ساقی رکھتا ہے اس کو تشنہ کام

ناز و نخرے اور تکبر کی راہ سے یہ نعمت عطا نہیں ہوتی، یہ تو گڑگڑانے سے ملتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس نعمت کو ایمان والوں کے لئے خاص رکھا ہے اور اس نعمت کے بعد خود ایمان والوں کا درجہ بڑھ جاتا ہے۔ ایک تو ایمان والے وہ ہیں جو صرف صاحب ایمان ہیں۔ ان کا ایمان عقلی ہے، استدلالی ہے اور موروثی ہے کہ ابا مسلمان تھے۔ لیکن اس نعمت کے بعد ایمان کس مقام پر پہنچتا ہے اور وہ مقام اولیائے صدیقین کا ہے جس کی تفسیر میں آج انشاء اللہ بیان کروں گا۔

اس سے پہلے ذرا کچھ تمہید پیش کرتا ہوں کیونکہ دانہ ڈالنے سے پہلے ہل جوتنا پڑتا ہے۔ ہمیں دلوں کی زمین پر ہل جوتنا ہے، ہلچل مچانا ہے۔ ہلچل کیا ہے؟ جہاں ہل چل جائے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بھئی ہلچل مچ گئی۔ ہلچل کے معنی ہیں کہ جس زمین پر ہل چل جائے۔ زمین کے ذرے ذرے بکھر جائیں، مٹی کے ذرے ذرے بکھر جائیں۔ بس یہی سمجھ لیجئے کہ دل میں پہلے ہلچل مچانا ہے، جب ہل چلے گا پھر بعد میں دانہ پھر پانی پھر کھاد اور پھر تمام اجزاء زراعت اور کھیتی کے ڈالے جاتے ہیں یہ ایمان کی کھیتی ہے اس لئے پہلے کچھ تمہید عرض کرتا ہوں اور وہ تمہید بھی بہت بڑے ولی اللہ کی ہے جن کو ساری امت نے ولی اللہ تسلیم کیا ہے یعنی مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ۔

قربِ عبادت اور قربِ ندامت

فرماتے ہیں کہ اے خدا دنیا میں ایک عجیب نعمت ہے جو آپ اپنے نادم گنہگار بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔ دو نعمتیں ہیں ایک قرب عبادت ہے جو فرشتوں کو بھی اللہ نے دیا ہوا ہے کوئی فرشتہ رکوع میں ہے تو رکوع ہی میں ہے، کوئی سجدہ میں ہے تو سجدہ ہی میں ہے، بعض عرش اعظم کے پائے پکڑے ہوئے اپنی تسبیح پڑھ رہے ہیں لیکن قرب ندامت فرشتوں کو اللہ نے عطا نہیں فرمایا کیونکہ ندامت تو جب ہو جب ان سے خطا ہو، اس مخلوق کو اللہ نے

بے خطا بنایا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرب ندامت دینے کے لئے ایک مخلوق خطا کار پیدا کی جس کی فطرت میں خطا کاری ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے مزاج میں عطا کاری ہے اس لئے مزاج خطا کاری اور فطرت خطا کاری پر ایک مخلوق یعنی انسان کو پیدا فرمایا جو اپنی خطا کاری پر حق تعالیٰ کو گریہ و زاری پیش کرے اور اللہ تعالیٰ اس پر اپنی عطا کاری سے اس کو نواز دیں۔ فرشتوں کو یہ قرب ندامت حاصل نہیں ہے۔ یہ مستزاد نعمت اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں جو اولیاء اللہ ہوتے ہیں ان کے لئے خاص کی ہے۔

تذکرہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے قرب ندامت پر کیا عمدہ شعر فرمایا ہے۔ ان بزرگوں کا نام لیتے ہی میرے اوپر کیا نشہ آتا ہے کہ جن کے ساتھ تین سال کا زمانہ اختر نے گذارا ہے الٰہ آباد میں طبیہ کالج میں پڑھنے کے زمانہ میں۔ وہی میری جوانی کا آغاز تھا۔ اسی وقت حق تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی محبت دل میں ڈال دی اور ان کی صحبت نصیب فرمائی۔ یہاں ایسے لوگ بھی الہ آباد کے موجود ہیں جو مولانا کو خوب جانتے ہیں کہ کیسے تھے وہ۔ ایسے تھے کہ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمتہ اللہ علیہ اتنے بڑے خلیفہ 'اجل خلیفہ حکیم الامت تھانوی'' کے جب ان کے گھر پر تشریف لے گئے اور پہلی ملاقات ہوئی اور میں لے گیا تھا' واسطہ میں تھا۔ ہمارے حضرت مولانا کو نہیں جانتے تھے کیونکہ وہ پرتاب گڈھ کا معاملہ تھا یہ اعظم گڈھ کا معاملہ تھا۔ اعظم گڈھ کی زمین کو پرتاب گڈھ کی سرحد سے ملایا اختر نے اور ایک ولی کو ایک ولی سے ملایا۔ حضرت سے تعریف کی کہ حضرت ہمارے ضلع کے دیہات میں ایک بزرگ ہیں جن کا جنگل بھی نور سے بھرا ہوا ہے۔ جس جنگل میں ستر ہزار مرتبہ اللہ اللہ کرتے تھے۔ اور ان کی دعا بہت قبول ہوتی ہے اور ان کے کچھ واقعات سنائے تو حضرت نے فرمایا کہ بھئی ہمیں بھی ان سے ملاؤ تو میں اپنے شیخ و مرشد کو اعظم گڈھ

سے پرتاب گڈھ لے آیا۔ پرتاب گڈھ اسٹیشن پر مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کار کا انتظام کیا تھا۔ جب مولانا شاہ محمد احمد صاحب چائے کے لئے گھر کے اندر تشریف لے گئے تو میرے شیخ نے زمین کو دیکھا۔ کون سے شیخ؟ جنہوں نے بارہ مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی۔ زمین کو دیکھا پھر آسمان کو دیکھا اور فرمایا کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا نور مجھ کو زمین سے آسمان تک نظر آرہا ہے۔

ایسے بزرگ کی صحبت اختر نے جوانی میں تین سال اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ نے ازراہ کرم بدون استحقاق محض اپنے کرم سے توفیق دی کہ عصر کے بعد لیہ کالج سے آتے ہی ہم اور مولانا لئیق صاحب صابری منزل میں دس گیارہ بجے رات تک حضرت کی خدمت میں رہتے تھے۔ بڑے بڑے علماء ہوتے تھے اور حضرت کے اشعار ہوتے تھے اور ہم مزہ لیتے تھے۔ محبت کے اشعار' حق تعالیٰ کی محبت کے اشعار ہوتے تھے۔ اس وقت حضرت جوان تھے۔ صراحی نما گردن' ململ کا کرتہ' گرمی کا زمانہ' حضرت کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن بھی عجیب عطا فرمایا تھا جیسے کوئی فرشتہ اور آواز بھی ایسی کہ کیا آج کل کے شاعر پڑھتے ہیں۔ تائب صاحب کی آواز آپ نے سن لی۔ اس سے زیادہ حضرت کی آواز میں درد تھا کیونکہ جس مقام سے حضرت شعر پڑھتے تھے وہ مقام ہمیں حاصل نہیں ہے۔ جب میری پہلی ملاقات حضرت سے ہوئی اس وقت حضرت یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

دلِ مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکوں ہے نہ آرام ہے

یعنی آپ کے بغیر اے خدا کہیں چین نہیں ملتا ؎

تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے
یہی بس محبت کا انعام ہے
جو آغاز میں فکرِ انجام ہے

ترا عشق شاید ابھی خام ہے

غمِ دُنیا سے ڈرنا خامیٔ عشق کی دلیل ہے

یہ سوچنا کہ ہم اگر اللہ والے بن جائیں گے تو روٹی کہاں سے ملے گی عشق کی خامی کی دلیل ہے۔ ارے ظالمو! جو سر عطا کر سکتا ہے وہ ٹوپی نہیں پہنا سکتا؟ جو پیٹ بنا سکتا ہے وہ روٹی نہیں کھلا سکتا؟ بتاؤ معدہ زیادہ قیمتی ہے یا روٹی، سر زیادہ قیمتی ہے یا ٹوپی؟ سبحان اللہ! جو سو سو کا نوٹ دے سکتا ہے وہ ایک کا نوٹ نہ دے گا؟ بتاؤ معدہ کی کیا قیمت ہے اور روٹی کی کیا قیمت ہے۔ جو ٹانگ بنا سکتا ہے وہ پاجامہ بھی پہنا سکتا ہے۔ بتاؤ ٹانگ کی قیمت زیادہ ہے یا پاجامہ کی۔ بس اللہ پر بھروسہ کرکے اللہ والے بنو۔ ساری لذتوں کو خاک میں ملادو، ساری کائنات کی لذات کا حاصل اور کیپسول خدا کی یاد ہے اور ان حرام لذتوں میں جوتے، گالیاں، بے چینیاں پریشانیاں اور اندھیرے ہیں۔ آہ! جو گناہ کی اسکیم کا نقطۂ آغاز شروع کرتا ہے اسی وقت عذاب الٰہی کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے، دل پر اسی وقت عذاب آجاتا ہے۔

اللہ کی محبت میں تڑپنے کا مطلب

اب اگر کوئی کہے کہ بھائی تڑپنے میں تو بہت تکلیف ہوگی کیونکہ مولانا فرمارہے ہیں کہ ؎

تڑپنے سے ہم کو فقط کام ہے
یہی بس محبت کا انعام ہے

نادان آدمی کہے گا کہ بھائی اللہ میاں کی یاد میں تڑپنا تو بڑا مشکل ہے۔ کہتے ہیں کہ صاحب ہمارے دردِ گُردہ ایسا اٹھا کہ ہم تڑپ گئے۔ یہ محبت کا کیسا انعام ہے کہ اللہ میاں اپنے عاشقوں کو تڑپاتے ہیں۔ لیکن سن لو! اللہ کی محبت میں تڑپنا اتنا مزے دار ہے کہ اس کی

لذت کو کیا جانیں یہ دنیا والے۔ سن لو! اس کو بھی حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان میں فرمایا ہے ؎

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں

اگر تڑپنے میں مزہ نہیں آ رہا ہے' دل کے دورے پڑ رہے ہیں' دماغ پاگل ہو رہا ہے تو سمجھ لو کہ یہ کسی ٹیڈی کے چکر میں ہے' کسی مرنے والی یا مرنے والے کی لاش کے چکر میں ہے۔ اللہ کے عاشقوں کو تڑپنے میں انتہائی سکون ملتا ہے یہ تڑپنا لطف جنت کی ضمانت ہے۔ اللہ کے درد دل کی امانت لطف جنت کی ضمانت ہے۔ اللہ کی محبت میں تڑپنا اور اللہ کی محبت کے درد کی امانت جس کو مل جائے تو سمجھ لو لطف جنت کی ضمانت اس کو مل گئی۔ سبحان اللہ! کتنا عمدہ شعر فرمایا مولانا نے۔ دوستو! اختر کے پاس کچھ نہیں ہے لیکن ان بزرگوں کی دولت ہے۔ غالب نے کہا تھا ؎

چند تصویرِ بتاں چند حسینوں کے خطوط
بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

یہ غالب کا شعر ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اس شعر میں یہ ترمیم کر دی ؎

چند اوراق کتب چند بزرگوں کے خطوط
بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

تو اختر کے پاس انہیں بزرگوں کی باتیں ہیں جن کے ساتھ زندگی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے گذارنے کی توفیق دی۔

رابطہ عبد و معبود

ورنہ اس عمر میں ہم بھی دریائے سنگم دیکھتے گنگا جمنا جہاں ملتی ہے۔ لیکن ہم نے اللہ کے اور اللہ کے ولی کے سنگم دیکھے، رابطۂ عبد اور رابطۂ معبود کا تماشہ دیکھا کہ بندے کس طرح اللہ والے ہوتے ہیں اور کس طرح جیتے ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا ؎

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں
قیس بے چارہ رموزِ عشق سے تھا بے خبر
ورنہ ان کی راہ میں ناقہ نہیں محمل نہیں

لیلیٰ کی راہ میں مجنوں کو اونٹنی کی ضرورت پڑی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کسی اونٹنی کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ والے دل کے پروں سے اُڑتے ہیں۔

مرتبۂ روح میں عارفین کی پرواز

مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں ؎

جاں مجرد گشتہ از غوغائے تن

اللہ والوں کی روح جسم کے ہنگاموں سے نجات پا کر ؎

می پرد با پرِ دل بے پائے تن

دل کے پروں سے جسم کے پیروں کے بغیر اللہ کی طرف اُڑتی رہتی ہے۔ اللہ والے جسم کے پیروں سے اللہ تک نہیں اُڑتے، وہ دل کے پروں سے ہر وقت اُڑتے رہتے ہیں۔ ہر وقت ان کے دل کا رابطہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے ؎

سیر زاہد ہر مہے یک روزہ راہ

زاہدِ خشک، محبت سے خالی لوگوں کی سیر الی اللہ ہر مہینہ میں ایک دن کی مسافت ہوتی ہے۔ ایک مہینہ میں ایک دن کا سفر زاہدِ خشک طے کرتا ہے ؎

سیر عارف ہر دمے تا تختِ شاہ

اور عارفین عاشقین کی سیر ہر سانس میں اللہ تک ہوتی ہے' ہر سانس میں وہ عرش اعظم تک اڑتے ہیں۔

ہر سانس میں وہ فرش سے عرش تک پہنچتے ہیں۔ حق تعالیٰ اپنے عاشقوں کو وہ سیر اور وہ قرب دیتے ہیں جو نظر نہیں آتا۔ جہازوں کی پرواز تو نظر آتی ہے۔ اللہ والوں کی پرواز نظر نہیں آتی۔ ان کے دل کی پرواز اندر اندر ہوتی رہتی ہے۔ لیکن نادان لوگ نہیں جانتے مگر بینا لوگوں کو اللہ دکھادیتا ہے کہ اللہ والے اس وقت اُڑے ہوئے ہیں' زمین پر نہیں ہیں۔

دیوبند کے صدر مفتی محمود حسن گنگوہی دامت برکاتہم جو الحمدللہ ابھی زندہ ہیں۔ ایک دفعہ ۱۹۸۰ء میں' میں ہردوئی میں تھا مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ بہت سے علماء کو حضرت والا ہردوئی نے بلایا تھا۔ مہمان خانہ میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے بائیں طرف مفتی صاحب تھے ان کے بائیں طرف میں تھا۔ داہنی طرف سامنے مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم تشریف فرما تھے۔ مجلس ہو رہی تھی۔ اچانک حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب تقریر کرتے کرتے خاموش ہو گئے۔ اور ایک طرف کو نظر ہو گئی۔ مفتی صاحب نے ذرا جھک کر حضرت کی نظر کو دیکھا اور مجھ سے فرمایا کہ اب مولانا یہاں نہیں ہیں۔ یعنی دنیا میں نہیں ہیں۔ اللہ والوں کی پرواز کو اللہ والے ہی جانتے ہیں۔ ہم لوگوں کا کیا حال ہے۔ بس ادھر سے پیٹ میں روٹی ڈالو اور لیٹرین میں نکالو۔ ہم لوگ تو امپورٹ ایکسپورٹ کے دفتر بنے ہوئے ہیں۔ کاش کہ ہم لوگ کچھ دن تھوڑی سی محنت کرلیں تو یہی روٹیاں ہمیں اللہ تک پہنچا سکتی ہیں۔ ان روٹیوں سے جو خون بنا اور خون سے جو طاقت دیدنی آئی اس طاقت دیدنی اور طاقت شنیدنی طاقت گفتنی اور طاقت رفتنی ان ساری طاقتوں کو اللہ پر فدا کردو پھر دیکھو اللہ کیا دیتا ہے۔

مرنے والوں پر مرنا انتہائی بے وقوفی ہے

ایسے کریم مالک سے اعراض اور بے وفاؤں پر جان دینا جو اپنے عاشقوں کو گالیاں دیتے ہیں کہاں کی عقلمندی ہے۔ میں کس دردِ دل سے اپنا دردِ دل آپ کے دلوں میں ڈال دوں اور اپنے دل میں بھی ڈال دوں۔ آپ بتائیے کہ مولائے کریم پر فدا ہونے اور جان دینے کی زیادہ قدر و قیمت ہے یا ان مرنے والوں پر مرنے کی۔ مرنے والوں پر مرنے سے کیا ملے گا۔ نہ ان کے اختیار دُنیا ہے نہ آخرت ہے۔ ان کے اختیار میں سکونِ دل بھی نہیں ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ ان حسینوں نمکینوں کے اختیار میں سکونِ قلب بھی نہیں ہے۔ حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں اعلان کردیا۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اے ایمان والو تمہارے دل کا چین میں نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے، تمہارے دل کا چین صرف میری یاد میں ہے۔

نمکین پانی پیاس کا علاج نہیں

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے ظالمو! پیاس کی حالت میں تم نمکین پانی سے پیاس بُجھانا چاہتے ہو۔ ہم تمہاری پیاس کو تسلیم کرتے ہیں لیکن نمکینوں کو دیکھ کر جو تم اپنی شہوت کی پیاس بجھانا چاہتے ہو تو یہ بتاؤ کہ آبِ شور یعنی نمکین پانی پینے سے پیاس بڑھتی ہے یا بُجھتی ہے؟ آہ یہ مثنوی کے علوم! فرماتے ہیں ۔

نیست آب شور درمان عطش

نمکین پانی پیاس کا علاج نہیں ہے۔ اگر ان نمکینوں اور حسینوں کو چکھو گے تو پیاس بڑھ جائے گی، بے چین ہو جاؤ گے ۔

گرچہ باشد در نوشتن شیر خش

اگرچہ یہ پانی دیکھنے میں ٹھنڈا اور اچھا لگ رہا ہے لیکن جب پیو گے یعنی بدنگاہی کرو گے،

حرام لذت لوگے تو بے چینی بڑھ جائے گی' بلڈ پریشر روح کا ہائی ہو جائے گا۔

سلوک کا نقطۂ آغاز غیر اللہ سے گریز ہے

اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے ہمیں بتادیا کہ الا اللہ چاہتے ہو تو پہلے لا الٰہ سے عمل شروع کرو۔ تمہارے سلوک کا نقطہ آغاز' میرے راستہ کا نقطۂ آغاز یہ ہے کہ غیر اللہ سے قلب کو چھڑاؤ۔ لا الٰہ کہو۔ لا الٰہ کی تکمیل تمہارے الا اللہ کا حصول کامل ہے۔ جب تک یہ غیر اللہ دل میں گھسے رہیں گے اللہ نہیں ملے گا ۔

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوبؔ
خدا کا گھر پئے عشقِ بُتاں نہیں ہوتا

بد نظری کے حرام ہونے کی ایک عجیب حکمت

نظر بچاؤ نظر میں نشہ ہے۔ شراب حرام ہے کیونکہ اس سے عقل غائب ہو جاتی ہے۔ حسینوں کو دیکھنا حرام اس لئے ہے کہ ان کو دیکھنے سے ایک نشہ آتا ہے جس سے عقل ضایع ہو جاتی ہے۔ پھر نہ جنت یاد رہے گی' نہ اللہ یاد آئے گا نہ شیخ یاد آئے گا' نہ خانقاہ یاد رہے گی سوائے اس کے کہ گندے مقامات کی رغبت شدیدہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اس لئے نظر کی حفاظت کیجئے۔ پھر مراقبہ کیجئے کہ ان حسینوں کے پاس کیا ہے۔ ان کی لذت کے مقامات پیشاب پاخانہ کے مقامات ہیں۔ لیکن یہ مراقبہ جب مفید ہو گا جب ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کریں گے اور نظر کی حفاظت کریں گے۔ ورنہ دیکھنے کے بعد عقل مغلوب ہو جاتی ہے اور آدمی نشہ سے بے وقوف' احمق' بین الاقوامی گدھا' انٹرنیشنل ڈنکی بن جاتا ہے۔ بتایئے بین الاقوامی بے وقوف اور گدھا بننا اچھا ہے یا بین الاقوامی عقلمند۔ بین الاقوامی عقلمند بننا چاہئے۔

اہل عقل کون لوگ ہیں؟

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اولوالالباب یعنی عقلمند کون لوگ ہیں اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِمْ (پارہ ۴ آل عمران) بین الاقوامی عقل والے وہ ہیں 'اولوالالباب وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔ جب کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ جب بیٹھتے ہیں تو اللہ جب کروٹ بدلتے ہیں تو اللہ خود بخود ان کی زبان پر جاری ہے۔ یہ دلیل عقل اللہ تعالیٰ بیان فرمارہے ہیں کہ عقلمند وہ ہے جو اپنے خالق اور مالک کو اور اتنے بڑے صاحب قدرت اور صاحب کرم کو ہر وقت یاد رکھتا ہے۔ کسی آن اللہ کو نہیں بھولتا۔ یہ محاورہ ہے کہ کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے کروٹ بدلتے ہوئے ہم کو یاد کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک سانس بھی ہم کو ناراض نہیں کرتے' ایک سانس بھی ہم سے غافل نہیں ہوتے۔ اس کا یہ مطلب نہ سمجھئے کہ کھڑے ہوئے تو اللہ کو یاد کرلیا بیٹھے تو اللہ کو یاد کرلیا اور نافرمانی بھی کررہے ہیں۔ لغت سے ترجمہ نہیں کرنا چاہئے۔ قرآن شریف محاورۂ عرب پر نازل ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے عاشق وہ ہیں جو اپنی ہر سانس مجھ پر فدا کرتے ہیں' ایک سانس بھی مجھ کو ناراض نہیں کرتے۔

فرشتوں کو قربِ ندامت حاصل نہیں

اب آپ کو قربِ ندامت پر مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ایک شعر سنانا چاہتا ہوں۔ فرماتے ہیں ؎

کبھی طاعتوں کا سُرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے مَلک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

یعنی انسانوں میں جو اولیاء اللہ ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ وہ قرب عطا کرتا ہے جس کو

فرشتے بھی نہیں جانتے یعنی قرب ندامت 'اعتراف قصور۔ خطا ہو گئی اب بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ عبادت کی حج و عمرہ کیا تہجد پڑھا تلاوت کی تو شکر ادا کر رہے ہیں کہ اے اللہ آپ کا احسان ہے' ہمارا کمال نہیں ہے' آپ کی توفیق ہے۔ خطا ہو گئی تو رو رہے ہیں کہ اللہ میاں آج تو مجھ سے خطا ہو گئی۔ میں نے آپ کو ناراض کر دیا۔ مجھے معاف کر دیجئے۔ اب زار و قطار رو رہے ہیں۔ آنسو تھمتے نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ پھر ان کے لئے انتظام فرماتے ہیں کہ کہیں میرا بندہ رو رو کے موت کی گود میں نہ چلا جائے' مر ہی نہ جائے۔

انعام اشکِ ندامت

اس توبہ و ندامت کی برکت سے پھر اللہ تعالیٰ ان کے قلب پر سکینہ اور سکون نازل کرتا ہے تاکہ کہیں شدتِ غم سے میرے بندہ کی موت واقع نہ ہو جائے' میرا عاشق ندامت سے مر ہی نہ جائے۔ اتنی ندامت ہو کہ گناہ سے نفرت ہو جائے اتنی ندامت نہ ہو کہ موت ہی واقع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی موت نہیں چاہتے۔ اپنے عاشقوں کی حیات پُر سکون اور دوسروں کی حیات کے لئے ان کو نمونہ اور ذریعہ بنانا چاہتے ہیں۔ اپنے عاشقوں کو ایسی حیات دیتے ہیں کہ لاکھوں انسان اُن سے ولی اللہ بنتے ہیں۔ لہٰذا مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اب کہیں پہنچے نہ تجھ سے ان کو غم
اے مرے اشک ندامت اب تو تھم

کیا مطلب ہے اس شعر کا۔ اس کو سمجھنے کے لئے لغت کافی نہیں ہے ماحولِ صحبت کی ضرورت ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اتنا زیادہ مت روؤ کہ بیمار پڑ جاؤ اور بخار آجائے اور دین کا کام ہی ختم ہو جائے یا چیختے چیختے موت ہی واقع ہو جائے۔ اتنا رونے کا حکم نہیں ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتے۔ اتنا روؤ' دل میں ندامت اتنی طاری ہو کہ آئندہ گناہ

کرنے کی ہمت نہ ہو۔

گریۂ ندامت و کفّارۂ معصیت پر نفس کی پریشانی

نفس ڈر جائے کہ بھئی یہ تو بہت چلاتا ہے 'ہم کو بہت رلاتا ہے اور چار چھ رکعات' آٹھ رکعات جرمانہ بھی ادا کرے 'خطاؤں پر خیرات بھی کرے تاکہ نفس ڈر جائے کہ اتنا تو جیب سے پیسہ خرچ کرادیا اور اتنی نفلیں پڑھوائیں اور اتنا رلایا یہ تو مشکل سودا ہے بھائی۔ اس سے بہتر ہے کہ آئندہ گناہ ہی نہ کرو۔ یہ ظالم تو بلا میں مبتلا کر دیتا ہے۔ میں نے تو حلوۂ حرام کھایا۔ اس نے بلوۂ حلال میں مبتلا کر دیا۔ میں نے تو گناہ کا حلوۂ حرام کھایا تھا مگر یہ سالک اور یہ اللہ والا ایسا ہے کہ مجھے اس نے ندامت اور عبادت کے بلوہ میں مبتلا کر دیا۔ یہ تو مجھے بلا میں مبتلا کر دیتا ہے۔ چائے وائے سب بند کر دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ تم نے خطا کی ہے۔ اب خوب روؤ' دس رکعات توبہ کی پڑھو ورنہ چائے بھی نہیں دوں گا' ایک قطرہ چائے حرام۔ ایک پیسہ بھی نہیں دوں گا تجھ کو اے نفس کیونکہ تو نے اللہ کی نافرمانی کی ہے۔

الہامِ فجور سے نورِ تقویٰ پیدا ہونے کی عجیب مثال

مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اپنے گناہوں کے تقاضوں سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ ہر وقت گناہ کا تقاضا ہر وقت گناہ کرنے کا خیال اتو سمجھتے ہیں کہ جب اتنا خبیث مادہ اور میٹیریل ہے ہمارا تو ہم کیسے اللہ والے بنیں گے اس کا جواب مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ دیتے ہیں کہ ۔

آفتاب برحدثہا می زند

اے خدا تیرے آسمان کا آفتاب 'مخلوق آفتاب 'نجاستوں پر اپنا اثر اور فیض ڈالتا ہے۔ جنگلوں میں بیل جو گوبر کرتے ہیں 'ہاتھی بھی گوبر کرتا ہے جس کی مقدار یعنی میٹیریل زیادہ

ہوتی ہے جتنی گوبر کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی آپ کے آسمان کا آفتاب اس کو گرم کر کے اس کا کچھ حصہ زمین کے نیچے رقیق کھاد بنا دیتا ہے جس سے گلاب اور سوسن اور ریحان پیدا ہوتے ہیں اور کچھ حصہ اوپر خشک ہو جاتا ہے جس کو اوپلا اور کنڈا کہتے ہیں جو نان بائی لا کر تنور میں جلاتا ہے اور اس سے روٹی پکاتا ہے۔ وہ اوپلے جو کالے کالے بدبودار تھے تنور میں سرخ گال ہو جاتے ہیں۔ وہ نجاست اب پاک صاف اور لال و سرخ ہو رہی ہے اور اسی سے روٹی پک رہی ہے۔ تو اگر نجاست کا میٹیریل تھوڑا سا ہوتا تو پتلا سا اوپلا بنتا جو ایک ہی روٹی پکانے میں ختم ہو جاتا۔ میٹیریل جتنا ہی زیادہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ سورج اس کو موٹا اوپلا بنا کر اس سے زیادہ روٹیاں پکوا دیتا ہے۔ لہٰذا جس کے دل میں زیادہ گناہوں کے تقاضے ہیں سمجھ لو کہ یہ بہت کثیر النور ہونے والا ہے جس سے کہ اللہ کی عبادت کے انوار تیار ہوں گے، اللہ کی محبت کی روٹیاں تیار ہوں گی، اللہ کی محبت کی بریانیاں پکیں گی بشرطیکہ آپ اوپلا کھانہ لیں یعنی تقاضوں پر عمل نہ کریں۔ جو گناہ کے تقاضے پر عمل کرتا ہے اس ظالم نے اوپلا اور کنڈے کو اور لکڑی اور ایندھن کو کھالیا۔ ایندھن کھانے کے لئے نہیں ہے پکانے کے لئے ہے۔ یہ گناہوں کے تقاضے تقویٰ کی بریانی پکانے کے لئے اللہ نے دیئے ہیں، کھانے کے لئے نہیں ہیں۔ ان پر عمل نہ کرو۔ گناہوں کے تقاضوں کے ایندھن کو اللہ کے خوف کی آگ میں جلا دو۔ پھر سمجھ لو کہ تقاضوں کا وہ اوپلا اور گوبر تنور میں آ کر لال ہو گیا۔ اب اس سے انوار عبادت پیدا ہو رہے ہیں، اللہ کی محبت کی روٹیاں پک رہی ہیں، اسی سے تقویٰ کی بریانیاں تیار ہو رہی ہیں۔

کثیر الشہوۃ مجاہدہ کی بدولت قوی النور ہوتا ہے

ایک خاص بات یہ بتاتا ہوں کہ جس کے اندر گناہ کے تقاضوں کا میٹیریل زیادہ ہوتا ہے اس سے دین کا زیادہ کام لیا جاتا ہے یہ بہت خاص بات بتا رہا ہوں۔ جن سے خدا زیادہ کام لیتا

ہے ان کو تقاضے بھی زیادہ شدید دیے جاتے ہیں کیونکہ اگر میٹیریل نہیں ہوگا تو اوپلا بنے گا کیسے۔ لیکن ایسے لوگوں کو ایک کمال یہ دیا جاتا ہے کہ باوجود اس عظیم اور شدید اور کثیر میٹیریل کے وہ مجاہدہ کا غم اٹھاتے ہیں گناہ سے بچنے کا دل پر غم اٹھاتے ہیں۔ بس اللہ کے راستہ میں یہی غم اٹھانا سیکھ لیجئے۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ جتنے بھی گناہوں کے تقاضے ہیں وہ سب نور بن جائیں گے۔ جو تقاضوں کے باوجود گناہوں سے بچنے کا غم اٹھاتا ہے تو نفس کو تکلیف ہوتی ہے اور جب نفس کو غم پہنچتا ہے تو روح میں نور پیدا ہوتا ہے اور جس قدر شدید غم پہنچتا ہے اسی قدر قوی نور پیدا ہوتا ہے ذرا غور سے سن لیجئے یہ بات۔ مثلاً نفس نے ایک کلو غم اٹھایا گناہوں کے تقاضوں کا تو ایک کلو نور روح میں پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا اب یہ تعویذ لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ صاحب تقاضوں کا میٹیریل ہی ختم ہو جائے، کافور کی گولیاں کھلا دو اور "کھچڑا" کے وزن پر بنا دو۔ ایسا خیال بھی نہ لائیے۔ اللہ کو یہ منظور ہوتا تو ہم کو یہ میٹیریل ہی نہ دیتے۔ لہٰذا مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آفتابت بر حدثہا می زند

اے خدا یہ آسمان کا سورج آپ کی مخلوق ہے۔ یہ تمام گندی نجاستوں اور گوبروں کو جنگل میں سکھا کر اوپلا بناتا ہے نان بائی اس سے تندوری روٹی پکاتے ہیں اور زمین کے نیچے جو سیال، رقیق مادہ جاتا ہے وہ کھاد بن جاتا ہے جسے چنبیلی اور گلاب کے گملوں میں ڈالتے ہیں اور اس سے گلاب و چنبیلی اور خوشبودار پھول پیدا ہوتے ہیں۔ تو جب آپ نجس چیزوں سے خوشبودار چیز پیدا کر سکتے ہیں جب جانوروں کی نجاست پر آپ کا سورج اثر کرتا ہے تو ہم تو انسان ہیں۔ ہماری نجاستوں پر گناہ کے خبیث مادوں پر آپ اپنی رحمت کے سورج کی شعاعیں ڈال دیجئے۔ جب دنیاوی سورج کا یہ حال ہے تو آپ کی رحمت کے سورج کا کیا عالم ہوگا ؎

چوں خسیساں را چنیں خلعت دہی

جب خبیث چیزوں کو گوبروں کو اور جانوروں کی نجاستوں کو آپ یہ خلعت گل ، خلعت چنبیلی ، خلعت گلاب دیتے ہیں ، لباس گلاب دیتے ہیں ۔

من چہ گویم لیس راچہ دہی

تو میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ اپنے پاک بندوں کو کیا دیتے ہیں ۔

اولیاء اللہ کی باطنی لذتوں سے سلاطینِ دُنیا بے خبر ہیں

اولیاء اللہ کو کیا دیتے ہیں ۔ کیسے اخلاق کیسا درد بھرا دل کیسے اشک ندامت اور اپنے قرب کی کیا کیا لذتوں سے آپ نوازتے ہیں کہ سارا عالم اس سے آگاہ نہیں ہے ۔ میں پھر یہی کہتا ہوں کہ اگر سلاطین کو پتہ چل جائے تو اپنے تاج اولیاء اللہ کے قدموں میں ڈال دیں اور کہیں کہ ہمیں بھی وہ درد دل وہ اللہ کی محبت سکھا دیجئے جو آپ کو اللہ نے دی ہوئی ہے ۔

سکینہ کیا ہے اور کہاں نازل ہوتا ہے ؟

یہ تو تمہید تھی اب اس آیت کا ترجمہ کرتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں هُوَ الَّذِیٓ اَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اللہ وہ ہے جو اپنے عاشقوں کے دل میں سکینہ اُتارتا ہے ۔ سکینہ کیا چیز ہے اور سکینہ کی علامت کیا ہے اس کی تفسیر صاحبِ روح المعانی کیا بیان کرتے ہیں جو انشاء اللہ عرض کروں گا لیکن سکینہ کا نزول کہاں ہوتا ہے ، سکینہ کا جہاز کہاں اُترتا ہے ؟ فِیۡ قُلُوۡبِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ مومنین کے دل پر ۔ معلوم ہوا کہ سکینہ کا ایئر پورٹ قلب مومن ہے ۔

نزولِ سکینہ کے موانع

اسی لئے بد نظری حرام ہے کیونکہ اگر بد نظری کرلی تو دل سینہ سے غائب ہوگیا اور دلبروں کے پاس پہنچ گیا ۔ جب ایئر پورٹ ہی ختم ہوگیا تو سکینہ کا جہاز کہاں اُترے گا ۔ ہروقت

بے سکون رہو گے۔ جب دُشمن ایئرپورٹ تباہ کردیتا ہے تو وہاں کوئی جہاز لینڈ نہیں کرتا تو جس نے اپنی نظر کو خراب کر کے دل کو گنوا دیا دل چوری ہو گیا' آنکھوں سے دل کو گیٹ پاس مل جاتا ہے۔ اب سینہ میں دل ہی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ سکینہ کہاں نازل کریں گے۔ اسی لئے رومانٹک والوں کو چین نہیں ہے کیونکہ اُنہوں نے وہ ایئرپورٹ ہی ضائع کردیا جہاں سکینہ کا جہاز اُترتا ہے جس کا نام دل ہے۔ اُنہوں نے تو دل ہی تباہ کردیا تو سکینہ کہاں اُترے گا۔

سکینہ کی تین تفسیریں

سکینہ کی تین تفسیریں علامہ آلوسی روح المعانی میں (پ ۱۱ص ۲۵ پر) فرماتے ہیں۔

پہلی تفسیر اور علامت

نمبرا۔ هِیَ نُوْرٌ یَّسْتَقِرُّ فِی الْقَلْبِ ○ هِیَ کی ضمیر سکینہ کی طرف جارہی ہے کیونکہ سکینہ مونث ہے اور یَسْتَقِرُّ کی ضمیر نور کی طرف جارہی ہے مضارع واحد غائب استعمال ہو رہا ہے۔ یعنی سکینہ ایک نور ہے جو مومن کے قلب میں ٹھہر جاتا ہے۔ اس کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

شکر ہے درد دل مستقل ہوگیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا

ایسا نہیں کہ مسجد میں تو وہ نور رہتا ہے اور بازاروں میں ختم ہو جاتا ہو۔ نہیں بلکہ بازاروں اور فیکٹریوں میں اور لندن' جرمن' جاپان میں بھی رہتا ہے۔ نور کا قلب میں استقرار ہوتا ہے۔ یعنی دل میں ٹھہر جاتا ہے۔ روئے زمین پر کہیں بھی ہو وہ نور ساتھ رہتا ہے۔ آہ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ رحمۃ اللہ علیہ کیا عجیب شعر فرماتے ہیں' کیا عمدہ شعر

حرام لذت لو گے تو بے چینی بڑھ جائے گی' بلڈ پریشر روح کا ہائی ہو جائے گا۔

سلوک کا نقطۂ آغاز غیر اللہ سے گریز ہے

اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے ہمیں بتادیا کہ الا اللہ چاہتے ہو تو پہلے لا الٰہ سے عمل شروع کرو۔ تمہارے سلوک کا نقطہ آغاز' میرے راستہ کا نقطۂ آغاز یہ ہے کہ غیر اللہ سے قلب کو چھڑاؤ۔ لا الٰہ کہو۔ لا الٰہ کی تکمیل تمہارے الا اللہ کا حصول کامل ہے۔ جب تک یہ غیر اللہ دل میں گھسے رہیں گے اللہ نہیں ملے گا ۔

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوب
خدا کا گھر پئے عشقِ بُتاں نہیں ہوتا

بد نظری کے حرام ہونے کی ایک عجیب حکمت

نظر بچاؤ نظر میں نشہ ہے۔ شراب حرام ہے کیونکہ اس سے عقل غائب ہو جاتی ہے۔ حسینوں کو دیکھنا حرام اس لئے ہے کہ ان کو دیکھنے سے ایک نشہ آتا ہے جس سے عقل ضایع ہو جاتی ہے۔ پھر نہ جنت یاد رہے گی' نہ اللہ یاد آئے گا نہ شیخ یاد آئے گا' نہ خانقاہ یاد رہے گی سوائے اس کے کہ گندے مقامات کی رغبت شدیدہ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اس لئے نظر کی حفاظت کیجئے۔ پھر مراقبہ کیجئے کہ ان حسینوں کے پاس کیا ہے۔ ان کی لذت کے مقامات پیشاب پاخانہ کے مقامات ہیں۔ لیکن یہ مراقبہ جب مفید ہو گا جب ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کریں گے اور نظر کی حفاظت کریں گے۔ ورنہ دیکھنے کے بعد عقل مغلوب ہو جاتی ہے اور آدمی نشہ سے بے وقوف' احمق' بین الاقوامی گدھا' انٹر نیشنل ڈنکی بن جاتا ہے۔ بتایئے بین الاقوامی بے وقوف اور گدھا بننا اچھا ہے یا بین الاقوامی عقلمند۔ بین الاقوامی عقلمند بننا چاہئے۔

ھٰذَا النُّوْرُ۔ اس نور کی برکت سے ہر وقت اس کی توجہ حق تعالیٰ کی طرف قائم رہتی ہے اور ثبوت کے معنی کیا ہیں۔ ثُبُوْتُ الشَّیْءِ بَعْدَ تَحَرُّکِہٖ۔ متحرک چیز میں سکون پیدا ہو جائے اس کا نام ثبوت ہے۔

وَبِہٖ یَثْبُتُ عَلَی التَّوَجُّہِ اِلَی الْحَقِّ۔ حق تعالیٰ کی طرف اس کی توجہ ہر وقت رہتی ہے۔ ایک لمحہ بھی اپنے اللہ سے غافل نہیں ہوتا۔ یہی وہ مقام ہے جس کو نسبت کہا جاتا ہے۔ جب نسبت قائم ہوگی تو اب خدا کو نہیں بھول سکتا۔ اب بھاگنا بھی چاہے تو نہیں بھاگ سکتا۔ نسبت پر حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا عجیب شعر ہے۔ کیسے معلوم ہو کہ یہ شخص ولی اللہ، صاحب نسبت ہو چکا۔ فرماتے ہیں ؎

نسبت اسی کا نام ہے نسبت اسی کا نام
ان کی گلی سے آپ نکلنے نہ پائیے

سمجھ لو وہ شخص صاحب نسبت ہو گیا کہ جو بھاگنا بھی چاہے تو اللہ سے نہ بھاگ سکے۔ ان کو بھلانا بھی چاہے تو بھلا نہ سکے، اس پر قادر ہی نہ ہو کہ ایک سانس اللہ کے بغیر جی سکے۔

تیسری علامت

اب تیسری تفسیر سنئے۔ یہ علامات ہیں سکینہ کی۔ یَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّیْشِ یعنی ایسے شخص کو بے سکونی اور پریشانی سے نجات مل جاتی ہے۔ دل ایک دم ٹھنڈا رہتا ہے جب کوئی پریشانی آئی دو رکعات پڑھیں اللہ میاں سے رو لیا اور مطمئن ہو گیا ؎

آلامِ روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ملا اسے غمِ جاناں بنا دیا

میرا بھی ایک شعر ہے اُردو کا ؎

ہر لمحۂ حیات گذارا ہم نے

آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

اگر اللہ سے تعلق نہ ہو تو کیسے جیتے ہیں لوگ۔ ان کے جینے پر اہل اللہ تعجب کرتے ہیں۔ تو یَتَخَلَّصُ عَنِ الطَّیْشِ۔ تخلص کے کیا معنی ہیں۔ یعنی خلاصی پاجاتے ہیں بے سکونی سے۔ علامہ آلوسی نے طیش کی تفسیر کی ہے کَا لْکَلْبِ الطَّائِشِ جیسے پاگل کتا۔ لَا یَقْصُدُ فِی الْمَشْیِ سِمْتاً وَاحِداً پاگل کُتا ایک سمت کو سیدھا نہیں چلتا۔ اس طرح چلتا ہے کبھی دائیں کبھی بائیں جب کوئی کُتا اسی طرح چلے تو سمجھ لو پاگل ہے اپنی ٹانگ بچا کر بھاگو، فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں آسمان سے اللہ کا یہ نور نہیں اترتا وہ پاگل کُتے کی طرح رہتا ہے۔ ہر گیٹ کو جھانکتا ہے، ہر فلیٹ کو دیکھتا ہے، راستہ چلتے ہوئے داہنے بائیں پاگل کتے کی طرح جھانکتا رہتا ہے کہ شاید کوئی نمکین شکل نظر آجائے۔ وہ شاید پر عمل کرتا ہے۔ سکون نہیں ہے۔ میں نے بچپن میں ایک شعر پڑھا تھا جب بالغ بھی نہیں ہوا تھا۔ اس سے میرے مزاج کا اندازہ آپ کو ہو جائے گا کہ ایک نابالغ بچہ اور اس شعر کو یاد کرے جواب تک دماغ سے نہیں نکلا۔ وہ کیا شعر ہے ۔

نت نیا روز مزہ چکھنے کا لپکا ان کو

میرا معمول تھا کہ اماں جب مجھ سے مرچ دھنیا منگاتی تھیں تو مرچ وغیرہ ان کے چولہے کے پاس ڈال دیا کہ یہ لیجئے اور اس کاغذ کو دیکھتے تھے کہ کوئی شعر تو اس میں نہیں ہے کیونکہ اکثر لوگ کتاب بنیوں کے ہاتھ بیچ دیتے تھے تو یہ ایک شعر ایسے ہی مل گیا تھا ۔

نت نیا روز مزہ چکھنے کا لپکا ان کو
دربدر جھانکتے پھرتے ہیں انہیں عار نہیں

بے حیا لوگ ایسے ہی رہتے ہیں۔ یہ اس زمانے کا شعر ہے جب کہ اختر بالغ بھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن جب سورج نکلتا ہے تو آسمان پہلے ہی سے سرخ ہو جاتا ہے میرے آسمان پر بھی سرخی آگئی تھی یعنی ہم ان سب باتوں کو خوب سمجھتے تھے لہٰذا یہ شعر یاد کر لیا کہ نظر کی حفاظت

کے لئے مفید ہے۔

تو یہ سکینہ کی تفسیر آپ لوگوں نے سن لی اب میں دو تین منٹ میں لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَعَ اِيْمَانِهِمْ کی تفسیر کرتا ہوں۔

نزولِ سکینہ ازدیادِ ایمان یعنی نسبتِ خاصہ کاذریعہ ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مومنین کے دل پر سکینہ اس لئے نازل کرتا ہوں لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَعَ اِيْمَانِهِمْ تاکہ ان کے سابق ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے کیونکہ ایمان تو پہلے بھی تھا لیکن معلوم ہوا کہ سکینہ کا نور دل میں آنے کے بعد ان کے موجودہ ایمان پر مستزاد ایمان ہو جاتا ہے۔ اس کی تفسیر حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سکینہ کا نور عطا ہونے سے پہلے ان کا وہ سابق ایمان کیا تھا؟ اس کا نام تھا ایمانِ عقلی استدلالی موروثی۔ یعنی ایمان عقل کی بنیاد پر تھا کہ عقل سے اللہ کو پہچانتا تھا اور استدلالی تھا کہ دلیلوں سے اللہ کو مانتا تھا دلائل سے اللہ کے وجود پر استدلال کرتا تھا اور موروثی تھا کہ اماں ابا مسلمان تھے لہٰذا ہم بھی مسلمان ہیں۔ گائے کا گوشت کھا کر مسلمان بنے ہوئے ہیں لیکن جب سکینہ کا نور عطا ہوتا ہے تو یہ ایمانِ عقلی استدلالی موروثی ایمانِ ذوقی حالی وجدانی سے تبدیل ہو جاتا ہے۔ ایمانِ ذوقی کیا ہے؟ یعنی دل میں مزہ چکھ لیتا ہے کہ میرا اللہ کیسا ہے، دل مزہ چکھنے لگتا ہے، اللہ کے قرب کی لذت کو دل چکھ لیتا ہے۔ ذوق معنی چکھنے کے ہیں اور ایمان حالی یہ ہے کہ ایمان دل میں اُتر جاتا ہے۔ حَلَّ لام مشدد ہے معنی اُترنے کے ہیں۔ اللہ کو پہچاننے کے لئے اب اس کو کسی استدلال کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ ایمان دل میں حال ہو جاتا ہے، دل میں وہ اللہ کو محسوس کرنے لگتا ہے اور ایمان وجدانی نصیب ہوتا ہے۔ وجدان معنی پاجانا یعنی دل میں اللہ کو پاجاتا ہے۔ پھر عالم غیب اس کے لئے برائے نام عالم غیب رہتا ہے وہ دل کی آنکھوں سے

گویا ہر وقت اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کیا عمدہ تعبیر اپنے دو شعروں میں فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

غائب ہوا جاتا ہے حجابات کا عالم
مشہود لگا ہونے مغیبات کا عالم
محسوس لگا ہونے کہ دل عرش بریں ہے
اللہ رے یہ ان کی ملاقات کا عالم

اس ایمانی کیفیت کی شرح علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں یہ فرمائی ہے اَنْ یَّغْلِبَ عَلَیْہِ مُشَاھَدَۃُ الْحَقِّ بِقَلْبِہٖ حَتّٰی کَاَنَّہٗ یَرَاہُ تَعَالٰی شَانُہٗ بِعَیْنِہٖ (فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۰) یعنی قلب پر مشاہدہ حق ایسا غالب ہو جائے کہ گویا آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔

دل میں جب اللہ کو پاتا ہے، اللہ کے قرب کی لذت کو چکھتا ہے، دل میں اللہ تعالیٰ کو محسوس کرنے لگتا ہے تو غلبۂ قربِ حق سے یہ آسمان بھی اس کے لئے حجاب نہیں رہتے۔ اس پر اختر کا ایک شعر ہے جو آپ سے خطاب کر رہا ہے ؎

گذرتا ہے کبھی دل پر وہ غم جس کی کرامت سے
مجھے تو یہ جہاں بے آسماں معلوم ہوتا ہے

ایمانِ عقلی استدلالی موروثی و ایمانِ ذوقی حالی وجدانی کی تمثیل

قلب میں اس ایمانی کیفیت کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک دریا ہے جس میں پانی نہیں ہے، خشک ہے، خاک اڑا رہا ہے اس وقت دریا پانی پر کیسے ایمان لائے گا؟ عقل سے، استدلال سے، دوسرے دریاؤں سے سن کر کہ پانی ایسا ہوتا ہے لیکن جب اس کے اندر پانی آجائے گا اس وقت اس کا ایمان کیسا ہوگا؟ ذوقی حالی وجدانی۔ پھر وہ دلیل نہیں مانگے گا کہ

ہم کو پانی کی دلیل چاہئے۔ وہ تو کہے گا کہ میرے سینہ کے اندر تو خود پانی لبالب بہہ رہا ہے، دور دور میری ٹھنڈک جارہی ہے، میں اپنے اندر پانی کو محسوس کر رہا ہوں، پا رہا ہوں، مجھے دلیل کی کیا ضرورت ہے۔ جس دریا میں پانی ہوتا ہے دور دور تک اس کی ٹھنڈک جاتی ہے۔ ایک میل پہلے ہی سے ہواؤں کی ٹھنڈک بتادیتی ہے کہ آگے دریا قریب ہے۔ اسی طرح قلب میں پہلے ایمان عقلی واستدلالی ہوتا ہے۔ عقل سے استدلال سے، دوسروں سے سن کر وہ اللہ پر ایمان لاتا ہے لیکن سکینہ کا نور عطا ہونے کے بعد اب وہ ایمان ایمانِ ذوقی حالی وجدانی سے تبدیل ہوجاتا ہے کہ دل میں وہ اللہ تعالیٰ کا قرب محسوس کرتا ہے، اللہ کو دل میں پاتا ہے۔ اس احسانی کیفیت کو صوفیا حضرات نسبت سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب کوئی بندہ کسی بستی میں صاحب نسبت، اللہ والا ہوجاتا ہے تو اس کی ٹھنڈک دور دور تک جاتی ہے، دور دور اس کا فیض جاتا ہے۔ ہزاروں بندے اس کے فیض صحبت سے اللہ والے بن جاتے ہیں۔ آیت لِيَزْدَادُوْا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ میں صوفیاء کی اصطلاح نسبت خاصہ کا ثبوت ہے۔

ذکر اللہ سے نزولِ سکینہ کی دلیل نقلی اور ایک علم عظیم

اب یہ ایمانِ ذوقی حالی وجدانی یعنی نسبت خاصہ مع اللہ کیسے حاصل ہو اس کو بیان کرتا ہوں اور یہ ایک علم عظیم ہے جو حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اختر کو بنگلہ دیش میں عطا فرمایا۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتی ہے تو فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں۔ اس کا عاشقانہ ترجمہ ہے کہ ذاکرین کی فرشتوں سے ملاقات ہوتی ہے اس طرح خاکی مخلوق کو نوری مخلوق کی مصاحبت نصیب ہوجاتی ہے اور اس صحبت کی برکت سے فرشتوں کے پاکیزہ اخلاق اور ان کا ذوق عبادت ان خاکی بندوں کے قلوب میں منتقل ہونے کی توقع

ہے۔

ذکر کا دوسرا انعام ہے غَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ اللہ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ اس کا عاشقانہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے آغوش میں لے کر ذاکرین کو پیار کرلیتی ہے جس طرح غلبۂ رحمت سے ماں بچہ کو سینہ سے چپکا کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے ڈھانپ لیتی ہے، جب اور زیادہ رحمت و شفقت جوش کرتی ہے تو اپنا سر اور گردن بچہ پر رکھ دیتی ہے، جب اور زیادہ پیار آتا ہے تو اپنے دوپٹہ سے اس کو بالکل ڈھانپ کر بچہ کا پیار لیتی ہے اور اس وقت وہ غلبۂ رحمتِ مادر کا مجسمہ ہوتی ہے۔

پس غَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ کے ترجمہ کی تعبیر عاشقانہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اہلِ ذکر کو پیار کرتے ہوئے اپنے آغوش میں ڈھانپ لیتی ہے۔

اور تیسرا انعام ہے نَزَلَتْ عَلَیْہِمُ السَّکِیْنَۃُ کہ ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے۔ یہ وہی سکینہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ اور جس کی تفسیر ابھی میں نے آپ سے بیان کی اور یہ کہ سکینہ کیوں نازل کیا۔ فرماتے ہیں لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِہِمْ تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔

بس اس آیت شریفہ اور حدیث مبارکہ کو ملا کر جو ایک علم عظیم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا وہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ذکر پر نزول سکینہ منصوص بالحدیث ہے اور سکینہ پر ازدیادِ ایمان منصوص بالقرآن ہے۔ معلوم ہوا کہ ذکر کے لئے سکینہ لازم ہے اور سکینہ کے لئے زیادتِ ایمان لازم ہے۔ پس ذکر اللہ ازدیادِ ایمان، ترقیٔ ایمان یعنی حصول نسبت خاصہ مع اللہ کا ذریعہ ہے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

بیان جلدی ختم کردیا کیونکہ بعضے امام صاحبان بیٹھے ہیں جن کو جلدی جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے اور ہمارے دلوں میں وہ دردِ دل عطا فرمادے جو خدائے تعالیٰ اپنے

اولیاء کو نصیب فرماتا ہے۔ اے اللہ ہم سب کو صحت اور سلامتی سے رکھئے۔ سلامتی اعضاء اور سلامتی ایمان کے ساتھ زندگی عطا فرمایئے سلامتی اعضاء اور سلامتی ایمان کے ساتھ دنیا سے اُٹھایئے اور ہمارے شہر کو' پاکستان کے ہر شہر کو امن کا شہر بنادے' عافیت کا شہر بنادے اے خدا تیرے لئے کچھ مشکل نہیں۔ ہم مجبور ہیں آپ مجبور نہیں۔ ہم مشکل میں مبتلا آپ کی لغت میں مشکل نہیں۔ آپ غیب سے انتظام فرمادیں اے اللہ ان اولیاء اللہ کے صدقہ میں جن کی دعاؤں سے پاکستان کی تعمیر ہوئی اے اللہ آپ ان کی دعاؤں کے صدقہ میں آپ اپنی رحمت سے ارادہ فرمالیجئے کہ اس مملکت کو فلاحی مملکت' عافیت کی مملکت بنا دیجئے اور جو نہیں مانگا وہ بلا مانگے عطا فرمادیجئے۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ط

گر خدا چاہے تو پہلے عاشق ابرار ہو

عشق کا اے دوستو! ہم سب کا یہ معیار ہو
متبع سنت ہو اور بدعت سے بھی بیزار ہو

اتباعِ سنت نبوی سے دل سرشار ہو
نور تقویٰ سے سراپا حامل انوار ہو

عاشق کامل کی بس ہے یہ علامت کاملہ
جاں فدا کرنے کو ہر دم سر بکف تیار ہو

عشق سنت کی علامت ہر نفس سے ہو عیاں
خواہ وہ رفتار ہو، گفتار ہو، کردار ہو

صحبت مرشد سے نسبت تو عطا ہوگی مگر
اجتناب معصیت ہو ذکر کا تکرار ہو

عشق کامل کی علامت یہ سنا کرتا ہوں میں
آشنائے یار ہو بیگانہ اغیار ہو

ہے یہی مرضی خدا کی ہم مٹادیں نفس کو
گرچہ وہ سارے جہاں کا بھی کوئی سردار ہو

اس کی صحبت سے نہیں کچھ فائدہ ہوگا کبھی
بے عمل کوئی محبت کا علمبردار ہو

جب کسی بندہ پہ ہوتا ہے خدا کا فضل خاص
دم میں وہ ذوالنور ہوگا گرچہ وہ ذوالنار ہو

عمر بھر کا تجربہ اختر کا ہے یہ دوستو
گر خدا چاہے تو پہلے عاشق ابرار ہو

سبق دیتی ہے ہر دم اہل دل کی داستاں مجھکو

جہاں دے کر ملا ہے دل میں وہ جان جہاں مجھکو
بڑی خون تمنا سے ملا سلطانِ جاں مجھکو

نظر آتا ہے اپنے دل کا جب زخم نہاں مجھکو
تو اپنا درد خود کرتا ہے مجبور بیاں مجھکو

بیان درد دل آساں نہیں ہے دوستو لیکن
سبق دیتی ہے ہر دم اہل دل کی داستاں مجھکو

زبان عشق کی تاثیر اہل دل سے سنتا ہوں
مگر مسحور کرتی ہے محبت بے زباں مجھکو

قفس کی تیلیاں رنگین، دھوکہ دے نہیں سکتیں
کہ ہر دم مضطرب رکھتی ہے یاد گلستاں مجھکو

مری صحرا نوردی اور یہ میری چاک دامانی
بہت مجبور کرتی ہے مری آہ و فغاں مجھکو

کہاں تک ضبط غم ہو دوستو راہ محبت میں
سنانے دو تم اپنی بزم میں میرا بیاں مجھکو

ملا کرتی ہے نسبت اہل نسبت ہی سے اے اختر
زباں سے ان کی ملتا ہے بیان درفشاں مجھکو

(۸ر فروری ۹۴ء...... جنوبی افریقہ)

جی اٹھو گے تم اگر بسمل ہوئے

سینکڑوں غم سے ملی ان کو نجات
جو تمہارے درد کے حامل ہوئے

تم نہیں حاصل تو کچھ حاصل نہیں
تم ہوئے حاصل تو سب حاصل ہوئے

آپ تک لائی جو موج رنج و غم
اس پہ قرباں سینکڑوں ساحل ہوئے

درد عشق حق بھی تم حاصل کرو
لاکھ تم عالم ہوئے فاضل ہوئے

یک زمانے صحبتے با اولیاء
جس نے پائی ہے وہی کامل ہوئے

آشنائے درد جان سوختہ
دیکھ کر رندوں میں ہم شامل ہوئے

دیکھتے ہی دل مرا گھبرا گیا
واعظان خشک جب نازل ہوئے

اختر بسمل کی تم باتیں سنو
جی اٹھو گے تم اگر بسمل ہوئے

کہاں ملتا ہے فرزانوں میں دردِ عشق پنہانی

یہ میری چاک دامانی مری آہ بیابانی
سبب اس کا ہے میرے درد کے دریا میں طغیانی

محبت کے سمندر میں جو آجاتی ہے طغیانی
تو پھر ہر موج الفت میں ہوا کرتی ہے جولانی

سمجھنا مت کہ دیوانوں میں ہے کوئی پریشانی
خدا کے عاشقوں میں عشق سے ہے کیف لاثانی

نہیں جس آب و گل میں دردِ عشق حق کی تابانی
وہ انساں ہے کہاں لیکن فقط ہے خاک انسانی

نہ دیکھو عاشقوں کی دوستو بے سر و سامانی
کہ دل میں عشق کا رکھتے ہیں اپنے ملک لاثانی

لئے بیٹھے ہیں اپنے دردِ دل کا باغ پنہانی
یہ سلطاں ہیں مگر اے دوستو بے تاج سلطانی

مری اک آہ سے ظاہر ہیں سب اسرار پنہانی
مگر ہے دردِ دل کی دوستو تمہید طولانی

اگر مرتے نہ ان فانی بتوں کے حسن فانی پر
تو اپنی زندگی پر تم نہ کہتے وائے نادانی

جو دیوانوں میں ہے اختر محبت کی فراوانی
کہاں ملتا ہے فرزانوں میں دردِ عشق پنہانی

(۷؍ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ .... حرم مکہ مکرمہ)